درسِ حدیث

پروفیسر مقبول احمد صاحب قاضی

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ۔

انہ قال قلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنوق فی قریش وتدعنا قال وعندکم شئ قلت نعم ابنۃ حمزۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہا ابنۃ اخی من الرضاعۃ

(صحیح مسلم)

میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ قریش کی عورتوں کو پسند فرماتے ہیں اور ہماری عورتوں کو چھوڑ رہے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ ہمارے پاس کوئی رشتہ ہے۔ میں نے کہا جی ہاں حمزہ کی بیٹی۔ آپؐ نے فرمایا وہ تو میرے رضاعی بھائی کی بہن ہے۔

یہ حدیث سند اور معنی کے اعتبار سے درجہ صحت کی حامل ہے۔ اسی معنی و مفہوم سے ملتی جلتی ایک دوسری روایت ہے جو حضرت ام حبیبۃ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ۔

انا نتحدث انك تنکح ابنۃ ابی سلمۃ قال ابنۃ ابی سلمۃ؟ قلت نعم قال انہا لو لم تکن ربیبتی فی حجری ماحلت لی انہا ابنۃ اخی ارضعتنی وابا سلمۃ ثویبۃ فلا تعرضن علی بناتکن ولا اخواتکن

(مسلم)

ہم نے سنا ہے کہ آپؐ ابوسلمہ کی بیٹی سے شادی فرما رہے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا ابوسلمہ کی بیٹی؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا اگر وہ میری ربیبہ نہ بھی ہوتی تو میرے لیے حلال نہ تھی، مجھے اور ابوسلمہ کو ثویبہ نے دودھ پلایا ہے مجھ پر اپنی بیٹیاں اور بہنیں مت پیش کیا کرو۔

یہ ثویبہ وہی خاتون ہیں جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بھی اپنا دودھ پلایا تھا۔

بخاری اور مسلم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سے نکاح کی پیش کش اور آپؐ کا جواب بایں الفاظ مذکور ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ارید علی ابنۃ حمزۃ فقال انہا لا تحل لی انہا ابنۃ اخی من الرضاعۃ ویحرم من الرضاعۃ مایحرم من الرحم۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کی خواہش کا اظہار کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ میرے لیے حلال نہیں ہے میں اور ابو سلمہؓ رضاعی بھائی ہیں اور جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں وہ رضاع سے بھی حرام ہوتے ہیں۔

ایک دوسری حدیث میں رحم کی بجائے ولادۃ اور ابن ماجہ کی روایت میں نسب کے الفاظ مذکور ہے۔

مسند احمد اور سنن ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، ہی سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ان اللہ حرم من الرضاع ماحرم من النسب۔

اللہ نے جو رشتے نسب سے حرام کئے ہیں وہ رضاع سے بھی حرام کئے ہیں۔

ان تمام احادیث اور روایات سے معلوم ہوا کہ کسی عورت کا دودھ پی لینے کی بناء پر انسان پر وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں اور ان عورتوں سے نکاح حرام ہو جاتا ہے جن کے ساتھ بوجہ نسب، ولادۃ اور بوجہ رحم نکاح حرام ہوتا ہے۔ جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے ان کی دو اقسام ہیں۔

۱۔ وہ عورتیں جن کے ساتھ دائمی اور ابدی طور پر نکاح حرام ہے اور کسی وقت اور کسی حالت میں بھی جائز نہیں۔ ان عورتوں کی تعین میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔ ان میں سے بعض متفق علیہ ہیں۔ اور بعض مختلف فیہ۔

۲۔ وہ خواتین جن کے ساتھ نکاح کسی وقتی رکاوٹ کی بناء پر حرام ہے۔ مگر جونہی وہ رکاوٹ ختم ہوتی ہے تو ان کے ساتھ نکاح جائز اور حلال ہو جاتا ہے۔

محرمات ابدیہ :۔ جن عورتوں کے ساتھ بالاتفاق ابدی اور دائمی طور پر نکاح حرام ہے ان کی تین اقسام ہیں۔ نسبی، سسرالی، رضاعی۔

جن عورتوں کے ساتھ بوجہ نسب نکاح دائمی طور پر حرام ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ **ماں :۔** حرمت علیکم امہاتکم (تم پر تمہاری مائیں حرام ہیں) ماں میں دادی، نانی اور

ہر وہ عورت شامل ہے جو کسی شخص کی پیدائش کے سلسلہ میں کڑی ہے۔
۲۔ بہن ، و بناتکم (اور تمہاری بیٹیاں) اس میں حقیقی بیٹی کے علاوہ پوتی اور نواسی اور ان کی لڑکیاں شامل ہیں۔
۳۔ و اخواتکم (اور تمہاری بہنیں) خواہ حقیقی ہوں یا سوتیلی۔
۴۔ و عمّٰتکم (اور تمہاری پھوپھیاں) خواہ حقیقی ہوں یا سوتیلی۔
۵۔ وخلٰتکم (اور تمہاری خالائیں) خواہ حقیقی ہوں یا سوتیلی۔
۶۔ وبنات الاخ (اور بھائی کی بیٹیاں) خواہ بھائی حقیقی ہو یا سوتیلا۔
۷۔ وبنات الاخت (اور بہن کی بیٹیاں) خواہ بہن حقیقی ہو یا سوتیلی۔

اس سات نسبتی رشتوں کے علاوہ چار سسرالی رشتے حرام ہیں۔

۱۔ سوتیلی ماں۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔ ولا تنکحوا ما نکح آباءکم من النساء الا ماقد سلف انہ کان فاحشۃ ومقتا وساء سبیلا۔ ان عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمہارے باپ نے نکاح کیا۔ مگر جو گزر چکا یہ بڑی بے حیائی خدا کے غضب کو دعوت دینے والی اور بری بات ہے۔

عہد جاہلیت میں چونکہ دستور اور رواج تھا کہ والد کی وفات کے بعد بیٹا اپنی سوتیلی ماں کا سب سے زیادہ حق دار سمجھا جاتا تھا لہٰذا وہ اگر چاہتا تو باپ کی بیوی سے نکاح خود کر لیتا یا پھر اگر اجازت دیتا تو اس کا نکاح دوسری جگہ کر دیا جاتا۔ قرآن حکیم نے اس مکروہ اور قبیح رسم کا خاتمہ کر دیا اور فرمایا کہ جو ہو چکا سو ہو چکا اب آئندہ کے لیے ایسا کرنا حرام اور غضب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے اس آیت سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ جو شخص کسی عورت کے ساتھ نکاح کرے تو اس مرد کی اولاد نرینہ پر وہ منکوحہ عورت حرام ہو جاتی ہے اور یہ ایک اتفاقی اور اجماعی مسئلہ ہے اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں لیکن اگر کوئی شخص زنا کا مرتکب ہو تو کیا اس زنا کی وجہ سے بھی رشتے اس طرح حرام ہو جاتے ہیں۔ جس طرح نکاح سے ہوتے ہیں یا کہ زنا سے ایسی حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ مثلاً اگر ایک شخص الف کسی عورت ب سے زنا کرے تو کیا الف پر ب کی ماں خوشدامن بن جانے کی وجہ سے حرام ہوگی یا کہ نہیں یا ب کی لڑکی بیٹی ہونے کی بنا پر حرام ہو جائے گی یا کہ نہیں اسی طرح آیا وہ عورت ب زانی شخص الف کے لڑکے کی ماں بن کر حرام ہو جائے گی یا کہ نہیں یا ب کی لڑکی الف کے لڑکے کی بہن متصور ہوگی یا کہ نہیں۔ اس بارہ میں فقہاء کرام کی آراء مختلف ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زنا بھی موجب حرمت ہے۔ اور زنا کی بنیاد پر بھی

مذکورہ تمام رشتے حرام ہو جائیں گے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق زانی مرد پر مزنیہ عورت کی ماں، بیٹی حرام ہو جاتی ہیں۔ اور اس طرح اس عورت کے ساتھ زانی مرد کے بیٹے اور باپ کا نکاح بھی حرام ہو جاتا ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ آیت ولا تنکحوا ما نکح اباءکم میں نکاح سے مراد وطی ہے خواہ وہ عقد صحیح سے ہو یا زنا سے امام عالی مقام بس اسی پر اکتفا نہیں فرماتے بلکہ مزید ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص شہوت کے ساتھ کسی عورت یا کوئی عورت شہوت کے ساتھ کسی مرد کو چھولے یا ان میں سے کوئی ایک کسی کی شرمگاہ کو بھی دیکھ لے تو حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔ تفسیر مظہری میں ہے۔

مس الرجل امرأة والمرأة رجلا بشهوة له حكم الوطی عند ابی حنیفة فی وجوب حرمة المصاهرة وكذا نظره الی فرجها الداخل و نظرها الی ذكره بشهوة یوجب حرمة المصاهرة۔	مرد عورت کو یا عورت مرد کو شہوت سے چھولے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا حکم وطی کا ہے اور اس سے حرمت مصاہرۃ ثابت ہو جاتی ہے اسی طرح اگر مرد عورت کی اندام نہانی کے اندر یا عورت مرد کی شرم گاہ کو بنظر شہوت دیکھ لے تو بھی یہ حرمت ثابت ہو جاتی ہے

حضرت امام موصوف کی نکتہ آفرینی بس یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ بقول تفسیر مظہری آپ کا ایک قول یہ بھی ہے کہ اگر مرد جنسی جذبات کے تحت کسی عورت کو چھولے اور ساتھ ہی اس کا انزال ہو جائے تو پھر حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

سیدنا حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے برعکس حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانا ہے کہ زنا سے کسی رشتے کی حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ بدایۃ المجتہد میں ہے۔

قال الشافعی الزنا بالمرأة لا یحرم نكاح امها ولا ابنها ولا نكاح ابی الزانی لها ولا ابنه۔	امام شافعی رح فرماتے ہیں زنا کرنے سے عورت کی ماں اور بیٹی زانی پر حرام نہیں ہو جاتی اور اسطرح زانی مرد کے باپ اور بیٹے سے اس عورت کا نکاح حرام نہیں ہوتا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ ولا تنکحوا ما نکح اباءکم۔

میں نکاح سے مراد اصطلاحی اور شرعی نکاح مراد ہے۔ نہ کہ اس سے مراد وطی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن حکیم میں کہیں بھی لفظ نکاح وطی کے معنی میں استعمال نہیں ہوا۔

بلکہ عقد اور شرعی اصطلاح کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف بہت زیادہ مضبوط اور قوی ہے۔ اور امام عالی مقام کا موقف اور پھر اس پر آیت مذکورہ سے استدلال ایک انتہائی کمزور مسلک ہے مولانا پانی پتی تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں۔

ان الاستدلال علی حرمۃ المصاھرۃ بھذہ الایۃ ضعیف	اس آیت سے حرمت مصاہرت پر استدلال بہت ضعیف ہے۔

مزید فرماتے ہیں۔

والصحیح عندی ان المراد بالنکاح فی ھذہ الایۃ العقد دون الجماع علی ان منکوحۃ الاب التی وقع علیھا عقد النکاح ولم یطأ ھا یحرم علی الابن لاخلاف فی ذالک۔	میرے نزدیک اس آیت میں لفظ نکاح سے مراد مجامعت کی بجائے عقد لینا صحیح بات ہے کیونکہ باپ کی منکوحہ محض عقد سے ہی بیٹے پر حرام ہو جاتی ہے اور اس بارہ میں کوئی اختلاف نہیں

مولانا ثناء اللہ پانی پتی کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا آیت مذکورہ میں نکاح سے وطی مراد لینا خود ایت کریمہ کی وضاحت کے خلاف ہے۔ کیونکہ باپ کے محض عقد سے ہی عورت بیٹے پر حرام ہو جاتی ہے۔ اس کے لیے وطی شرط نہیں نہ اس پر حرمت موقوف ہے لہٰذا آیت کریم میں لفظ نکاح سے عقد مراد ہے وطی نہیں بنا بریں اس سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال ضعیف بلکہ تار عنکبوت کی مانند ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف اور دلیل مضبوط ہے۔ لہٰذا زنا سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

۲۔ سوتیلی ماں کے بعد دوسرا حرام رشتہ بیٹے کی بیوی یعنی بہو ہے۔ قرآن حکیم میں محرمات ابدیہ کے ذکر میں فرمایا۔

وحلائل ابناءکم الذین من اصلابکم	اور تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں (تم پر حرام ہیں)

اس آیت کریمہ میں من اصلابکم (جو تمہاری پشت میں سے ہیں) کی قید اس لیے لگائی کہ بیٹا تین طرح سے ہو سکتا ہے۔

۱۔ نسبی اور صلبی بیٹا۔ ۲۔ رضاعی بیٹا۔ ۳۔ لے پالک یا منہ بولا بیٹا۔

صلبی یعنی حقیقی بیٹے کی بیوی سسر پر دائمی طور پر حرام ہے اور اسی طرح رضاعی بیٹے

کی بیوی بھی مگر منہ بولے بیٹے کی بیوی نہ حقیقی بہو ہے اور نہ حرام، زمانہ جاہلیت میں اور اسلام کے ابتدائی دور میں اگرچہ منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹے ہی کی طرح سمجھا جاتا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی دستور کے تحت حضرت زید بن حارثہؓ کو متبنیٰ بنایا تھا۔ مگر جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی زینب کو طلاق دے دی تو آپ کا نکاح اللہ نے ان کے ساتھ آسمانوں پر کر دیا۔ جس سے عرب کی یہ پرانی روایت ختم ہوگئی کہ متبنیٰ کی بیوی حقیقی بیٹے کی بیوی کی طرح ہوتی ہے، اس بناء پر من اصلابکم کی قید لگائی تاکہ منہ بولے اور لے پالک بیٹے اس میں شمار نہ ہوں۔

۳۔ باپ کی منکوحہ اور بہو کے بعد تیسرا حرام رشتہ خوشدامن کا ہے قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

وامھات نسائکم۔ اور تمہاری بیویوں کی مائیں (تم پر حرام ہیں)

یہ تینوں رشتے (باپ کی منکوحہ، بہو، خوشدامن) محض عقد سے ہی حرام ہو جاتے ہیں۔

۴۔ بیوی کی پہلے خاوند سے بیٹی بھی حرام ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

وربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بھن۔ اور تمہاری عورتوں کی بیٹیاں (سابقہ خاوند سے) جن عورتوں کے ساتھ تم نے مجامعت کر لی ہے (حرام ہیں)

مگر یہ سوتیلی بیٹی صرف اس وقت حرام ہوتی ہے جب اس کی والدہ کے ساتھ وطی ہو چکی ہو۔ اور حجورکم کا ذکر محض تاکیداً ہے بطور شرط یا قید کے نہیں۔ اگر ایسی لڑکی کہیں اور بھی رہتی ہو تو وہ حرام ہو جاتی ہے۔

بعض ائمہ نے بوجہ نکاح حرام ہونے والے ان چار رشتوں کے علاوہ تین اور رشتے بھی شمار کئے ہیں۔ اور ان کا کہنا ہے کہ جس طرح بوجہ نسب سات عورتوں کا نکاح حرام ہے اس طرح بوجہ نکاح بھی سات عورتیں حرام ہوتی ہیں۔ جصاصؒ نے احکام القرآن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ سات رشتے نسبی اور سات رشتے صہری حرام ہیں۔ مگر ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ مصاہرت سے صرف چار رشتے حرام ہوتے ہیں۔ شیخ الاسلام نے فتاویٰ میں فرمایا۔

اما المحرمات بالصھر کل نساء الصھر حلال لہ الا الاربعۃ اصناف تحلاف بوجہ مصاہرت حرام عورتیں، چار کے سوا سسرالی رشتہ کی تمام عورتیں حلال ہیں۔ اس کے برعکس

الاقارب فاقارب الانسان کلهن حرام الا اربعة اصناف واقارب الزوجين کلهن حلال الا اربعة اصناف وهی حلائل الاباء والابناء وامهات النساء وبناتهن فیحرم علی کل من الزوجين اصول الاخر وفروعه یحرم علی الرجل ام امرأته وام امها وابیها وان علت وتحرم علیه بنت امرأته وهی الربیبة وبنت بنتها وان سفلت وبنت الربیب ایضا حرام ویحرم علیه ان یتزوج بامرأة ابیه وان علا وامرأة ابنه وان سفل فهؤلاء الاربعة هن المحرمات بالمصاهرة فی کتاب الله وهؤلاء الاصناف الاربعة یحرمن بالعقد الا الربیبة فانها لا تحرم حتی یدخل بامها۔

کسی شخص کے نسبی رشتہ کی تمام عورتیں حرام ہیں مگر چار کے سوا۔ اور میاں بیوی کے اقارب میں سے سب عورتیں حلال ہیں مگر چار کے سوا اور وہ ہیں۔ سوتیلی مائیں، بہو، خوشدامن اور بیوی کی سابقہ خاوند سے بیٹیاں، خاوند اور بیوی میں سے ہر ایک پر دوسرے کے اصول اور فروعی رشتے حرام ہیں۔ خاوند پر بیوی کی والدہ اور والد کی والدہ۔ اور اس کی ربیبہ یا اس کی بیٹیاں۔ اور اس پر حرام ہے کہ اپنے باپ دادا کی منکوحہ سے شادی کرے اور بہو سے یا اس کی بیٹیوں سے یہ چار رشتے بوجہ مصاہرت حرام ہیں۔ قرآن مجید کی رو سے۔ اور یہ حرمت محض عقد سے ہی ثابت ہو جاتی ہے۔ ماسوائے سابق خاوند کی بیٹی کے۔ یہ اس وقت تک حرام نہیں ہوتی جب تک اس کی ماں سے مجامعت نہ کی جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بوجہ مصاہرت صرف یہ چار رشتے محرم ہیں۔

۱۔ باپ کی بیوی ۲۔ بیٹے کی بیوی ۳۔ بیوی کی ماں ۴۔ بیوی کی بیٹی۔

رضاعی محرمات نسبی رشتوں کی طرح کسی خاتون کا دودھ پی لینے کی بنا پر بھی سات عورتوں سے نکاح حرام ہو جاتا ہے۔

رضاعی ماں۔ رضاعی بہن دونوں کی حرمت کا ذکر قرآن مجید میں مذکور ہے

وامهاتکم التی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعة۔

تمہاری رضاعی مائیں اور رضاعی بہنیں تم پر حرام ہیں۔

ان دونوں کے علاوہ بیٹی عمّہ (پھوپھی، چچی)، خالہ، بھانجی اور بھتیجی بھی حرام ہے۔ ان سات رضاعی رشتوں کی حرمت پر اتفاق ہے۔ تاہم اس بارہ میں اختلاف ہے کہ جو رشتے بوجہ مصاہرت حرام قرار پائے ہیں کیا رضاع سے بھی ان سب کی حرمت ثابت ہو جاتی ہے یا کہ نہیں۔ ائمہ اربعہ

کا خیال ہے کہ ایسے رشتوں کی حرمت ثابت ہو جاتی ہے ۔ جبکہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ حرمت ثابت نہیں ہوتی ۔

امام شوکانیؒ نیل الاوطار میں فرماتے ہیں ۔

وقد وقع الخلاف هل يحرم بالرضاع مايحرم من الصهار - - وقد ذهب الائمة الاربعة الى انه يحرم نظير المصاهرت بالرضاع فيحرم عليه ام امرآته من الرضاعة وامرآة ابيه من الرضاعة ويحرم الجمع بين الاختين من الرضاعة وبين المرآة وعمتها وبنتها خالتها من الرضاعة وقد نازعهم فى ذالك ابن تيمية كما حكاه صاحب الهدى ـ

اس بارہ میں اختلاف ہے کہ مصاہرت سے جو عورتیں حرام قرار پاتی ہیں وہ رضاع سے بھی وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو بوجہ مصاہرت ہوتے ہیں ۔ رضاعی ساس بھی حرام ہوتی ہے رضاعی باپ کی بیوی بھی ۔ دو رضاعی بہنوں کا جمع کرنا بھی اور رضاعی خالہ بھانجی اور پھوپھی بھتیجی بھی ۔ لیکن ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ان ائمہ کی اس بات کا رد کیا ہے جیساکہ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں اس کی تحقیق کی ہے ۔

اس سے معلوم ہوا کہ بیوی کی رضاعی ماں ، رضاعی باپ کی بیوی ، دو رضاعی بہنوں کا جمع کرنا اسی طرح بوجہ رضاع خالہ بھانجی یا پھوپھی بھتیجی کا جمع کرنا امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حلال ہے گویا یہ عورتیں جو حقیقی رشتہ کی بناء پر بوجہ مصاہرت حرام ہوتی ہیں ۔ وہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بوجہ رضاع حرام نہیں ہوتیں ۔

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل رضاعی مسائل میں ائمہ کا اختلاف واقع ہوا ہے ۔

۱ ۔ مقدار محرم :۔ اس بارہ میں فقہاء کرام کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے کہ دودھ کی کس قدر مقدار اگر بچہ پی لے تو رضاعی حرمت ثابت ہو جاتی ہے ۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ حرمت رضاع کے لیے کوئی مقدار مقرر نہیں ان ائمہ کرام کا فرمانا ہے کہ چونکہ قرآن مجید میں ارضعنکم کا لفظ ہے اور یہ عام ہے اس کی مقدار متعین نہیں لہٰذا کم یا زیادہ ہر دو صورتوں میں حرمت رضاع ثابت ہو جاتی ہے اور جن احادیث میں مقدار کا تعین مذکور ہے وہ قابل عمل نہیں کیونکہ وہ اخبار احاد ہیں اور ان سے قرآن مجید کے بیان کردہ حکم پر اضافہ نہیں کیا جاسکتا ۔ مگر یہ قول مردود اور غلط ہے کیونکہ حدیث قرآن مجید کی تفسیر ہے لہٰذا دودھ پینے کی مقدار متعین ہے ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لا تحرم المصة ولا المصتان او الرضعة والرضعتان (مسلم)

ایک گھونٹ یا دو گھونٹ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی اسی طرح ایک یا دو دفعہ چوسنے سے۔

ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا۔

لا تحرم الاملاجة ولا الاملاجتان (مسلم)

ایک یا دو مرتبہ گھونٹ بھرنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ایک دو گھونٹ پی لینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی

۲۔ اس بارہ میں بھی اختلاف ہے کہ کتنی عمر تک بچہ دودھ پئے تو حرمت ثابت ہوتی ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بڑی عمر میں دودھ پینے سے حرمت رضاع ثابت نہیں ہوتی پھر ان میں بھی اختلاف ہے کہ کتنی عمر تک دودھ پینے سے رضاعی حرمت ثابت ہوتی ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اڑھائی سال تک۔ زفر فرماتے ہیں جب تک بچے کی غذا ماں کا دودھ ہے خواہ تین برس تک پئے، امام شافعی رحمہ اللہ، امام محمد رحمہ اللہ اور قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں صرف دو سال تک اس کے بعد حرمت ثابت نہیں ہوتی

اس کے برعکس حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا داود ظاہری اور لیث بن سعد کا خیال ہے کہ بڑی عمر میں بھی اگر کسی عورت کا دودھ پی لیا جائے تو حرمت رضا ثابت ہو جاتی ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ۔

ان امرأة ابی حذیفة قالت یا رسول اللّٰہ ان سالماً یدخل علی وھو رجل وفی نفس ابی حذیفہ منہ شئی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارضیعہ حتی یدخل علیک۔

ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیوی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سالم ہمارے گھر آتا ہے اور وہ جوان آدمی ہے اور ابو حذیفہ رضی اس بات کو پسند نہیں کرتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو اپنا دودھ پلا دو تاکہ وہ گھر آ جا سکے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رضاع کبیر کی حرمت اسی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے تحت جائز سمجھتی تھیں، دیگر ازواج مطہرات اس حکم کو صرف سالم کے ساتھ مخصوص تصور کرتی تھیں، مگر یہ ایک بلا دلیل بات ہے۔ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

دعویٰ الاختصاص تحتاج الی دلیل لو کانت هذا السنة مختصة بسالم لبینها رسول الله صلی الله علیه وسلم کما بین اختصاص ابی بردہ بالتضحیة بالجذع من المعز واختصاص خزیمة بان شهادته کشادة رجلین -

سالم کے ساتھ اس حکم کی تخصیص ثابت کرنے کے لیے دلیل کی ضرورت ہے اگر یہ حکم سالم کے لیے خاص ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت اس کی تخصیص ذکر فرما دیتے ۔ جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بردۃ رضی اللہ عنہ کو فرمادیا کہ جذعہ جانور کی قربانی کا حکم صرف تمہارے لیے ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمۃ کی شہادت کو دو مردوں کی شہادت کے برابر قرار دیا تو فرمایا کہ یہ صرف تمہارے لیے خاص ہے ۔

اب چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سالم کے واقعہ میں یہ نہیں فرمایا کہ یہ حکم صرف اس واقعہ کے ساتھ مخصوص ہے لہٰذا اس کے اختصاص کا دعویٰ صحیح نہیں ۔

۳۔ لبن الفحل :۔ جس طرح کسی عورت کا دودھ پینے سے وہ ماں بن جاتی ہے اور اس کی طرف سے متعدد رشتے حرام ہو جاتے ہیں ۔ کیا دودھ پلانے والی عورت کا خاوند بھی رضاعی باپ بن جاتا ہے اور اس کی طرف سے بھی رشتے حرام ہو جاتے ہیں ؟ اس بارہ میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے ۔ ائمہ اربعہ ابوحنیفہؒ ، مالکؒ ، شافعیؒ اور احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں ۔

لبن الفحل یحرم (بدایۃ المجتہد) باپ کی طرف سے بھی حرمت رضاع ثابت ہوتی ہے ۔

صحاح ستہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ افلح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملنے کے لیے آیا ۔ یہ چونکہ نزول حجاب کے بعد کا واقعہ ہے لہٰذا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے پردہ کیا ۔ اس نے کہا تم مجھ سے پردہ کرتی ہو حالانکہ میں تمہارا چچا ہوں ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حیران ہو کر پوچھا وہ کیسے تو افلح نے کہا کہ تمہیں میرے بھائی کی بیوی نے دودھ پلایا ہے ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ دودھ تو عورت نے پلایا ہے مرد نے نہیں ۔ اسی دوران نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے آپ کو واقعہ کی تفصیل کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تمہارے چچا ہیں ان کو اندر آنے دو ۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ ماں کی طرح باپ کی طرف سے بھی رضاعی رشتے

ثابت ہو جاتے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ پر ایک تہمت اور اسکی حقیقت :- حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فقہ حنفیہ کی بعض اہم اور مستند کتب میں لکھا گیا ہے کہ آپ نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ بکری یا گائے کا دودھ پی لینے سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ مثلاً اگر ایک بچہ اور بچی کسی وقت ایک ایک بکری یا گائے کا دودھ پی لیں تو وہ رضائی بہن بھائی بن جائیں گے۔ اور ان کا باہمی طور پر نکاح حرام ہو جائے گا۔ چنانچہ مبسوط سرخسی میں لکھا ہے۔

ولوان صبیین شربا من لبن شاۃ او بقرۃ لم تثبت بہ حرمۃ الرضاع لان الرضاع معتبر بالنسب وکما لا یتحقق النسب بین ادمی و بین البہائم فکذالک لا تثبت حرمۃ الرضاع بشرب لبن البہائم وکان محمد بن اسمعیل البخاری صاحب التاریخ رضی اللہ عنہ یقول تثبت الحرمۃ وھذا مسئلۃ کانت سبب اخراجہ من بخاری فانہ قدم بخاری فی زمن ابی حفص الکبیر رحمۃ اللہ وجعل یفتی فنہاہ ابو حفص رحمہ اللہ وقال لست باھل لہ فلم ینتہ حتی سئل عن ھذا المسئلۃ فافتی بالحرمۃ فاجتمع الناس واخرجوہ۔ باب تفسیر لبن الفحل

جلد ۳۰ ص۲۹۷

اگر دو بچے ایک بکری یا گائے کا دودھ پی لیں تو اس سے حرمت رضا ثابت نہیں ہوتی کیونکہ رضا کا اعتبار نسب سے ہوتا ہے اور انسان اور چوپایوں میں نسبت کا تعلق چونکہ نہیں ہو سکتا اس لیے اس سے حرمت رضاع بھی ثابت نہیں ہوتی لیکن تاریخ (کبیر) کے مصنف محمد بن اسماعیل بخاری کہا کرتے تھے کہ بکری یا گائے کے دودھ پینے سے بھی حرمت رضا ثابت ہو جاتی ہے جب آپ ابو حفص کبیر کے زمانہ میں بخاری آئے اور یہ فتویٰ دینا شروع کیا تو ابو حفص نے آپ کو اس سے منع کیا اور کہا کہ تم فتویٰ دینے کے اہل نہیں بخاری باز نہ آئے آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے حرمت کا فتویٰ دیا۔ اس پر لوگ جمع ہو گئے اور انہوں نے امام بخاری کو بخارا سے نکال دیا۔

امام سرخسی رحمہ اللہ نے یہی مسئلہ چند الفاظ کے رد و بدل کے ساتھ جلد ۵ ص۱۳۹ میں بھی ذکر کیا ہے حضرت مولانا عبدالحیی صاحب لکھنوی رحمہ اللہ نے بھی الفوائد البہیۃ فی تراجم الحنفیہ میں ابو حفص کے حالات زندگی میں اس فتویٰ کا ذکر فرمایا ہے۔ ہم نے انصاف سے کام لیتے ہوئے اس کی تردید بھی فرمادی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اس فتویٰ کی نسبت بوجوہ غلط ہے۔

اولاً :- المبسوط شرح ہے الکافی کی اور الکافی محمد بن محمد بن احمد بن عبداللہ کی تصنیف ہے جس میں موصوف نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کو مختصر کر کے جمع کر دیا ہے مصنف الکافی کی وفات ۳۴۴ھ میں اس وقت ہوئی جب آپ حالتِ سجدہ میں تھے۔ اور کسی نے اسی حالت میں آپ کو قتل کر دیا۔ رحمہ اللہ تعالٰے۔

امام سرخسی رحمہ اللہ جن کا نام محمد بن احمد بن ابی سہل ہے آپ نے اس الکافی کی شرح کی جس کا نام المبسوط ہے۔ آپ نے یہ شرح اپنے دستِ مبارک سے نہیں لکھی اور نہ ہی عام حالات میں طلباء کو لکھائی ہے۔ کہ آپ حلقہ درس میں تشریف فرما ہوں اور تلامذہ آپ کے اردگرد جمع ہوں بلکہ آپ نے یہ شرح غیر معمولی حالات میں اپنے تلامذہ کو لکھوائی آپ اوزجند (فرغانہ کے نواحی علاقہ میں) کے قلعہ میں مقید تھے۔ آپ کے پاس نہ کوئی کتاب تھی اور نہ کوئی قلم کاغذ۔ اپنے حافظہ سے تلامذہ کو لکھواتے جو کہ آپ سے بہت دور فاصلے پر ہوتے تھے۔ تلامذہ کو جو سمجھ آیا وہ لکھ لیا۔ آپ کو اس پر نظر ثانی کی مہلت بھی نہ ملی۔ امام سرخسی نے یہ شرح ۴۴۰ھ میں بحالت حبس لکھوائی اور ۴۸۳ھ میں وفات پا گئے۔ ابن عابدین لکھتے ہیں۔

املی المبسوط و ھو فی السجن باوزجند — آپ نے مبسوط اس حالت میں لکھائی کہ آپ روز جند میں محبوس تھے۔

رسم المفتی ص۲۰۰(۲)

الفوائد البھیۃ فی طبقات الحنفیہ میں ہے

املی المبسوط نحو خمس عشر مجلد وھو فی السجن باوزجند — تقریباً پندرہ جلد مبسوط انہوں نے اس حالت میں لکھائی کہ وہ اوزجند میں مقید تھے۔

خود امام سرخسیؒ نے المبسوط میں کئی مقامات پر اپنی اس قید کا ذکر کیا ہے۔ کتاب الطلاق اور کتاب العتاق کے آخر میں، عبادات اور الاقرار کی شرح کے بعد بھی اپنی اس نظر بندی کا تذکرہ کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کو بھول ہوئی ہے اور انہوں نے غلطی سے امام بخاری رحمہ اللہ کا نام لے دیا ہے۔ اور اس موقع پر ان کے حافظہ اور قوت یادداشت نے ان کا ساتھ نہیں دیا۔ یا پھر تلامذہ نے اس کو غلط طور پر سنا ہے کیونکہ وہ فاصلہ پر تھے اور یا پھر یہ کسی شاگردِ رشید کی کارستانی ہے کہ اس نے اس موقع پر نام میں ردّ و بدل کر دیا ہے یہ ہمارا محض ظن و تخمین نہیں بلکہ فی الواقع مبسوط میں ایسا ہوا ہے کہ ایک جگہ پر دوسرے کا نام لگا دیا گیا۔ کتاب الطلاق میں ذکر ہے کہ محمد بن سماعۃ فرماتے ہیں کہ۔

ان الکسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ بعث الی محمد رحمۃ اللہ بفتوی فدفعہا الیّ فقرأتہا علیہ ماقول القاضی الامام فیمن یقول لامرأتہ ۔

(مشہور نحوی) کسائی نے امام محمد کی طرف ایک فتویٰ بھیجا ۔ وہ انہوں نے مجھے دیا میں نے پڑھا تو اس میں پوچھا گیا تھا کہ اے امام اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو یوں کہے ۔

فان ترفقی یا ھند فالرفق ایمن ۔ وان تخرقی یا ھند فالخرق اشأم

فانتِ طالق عزیمۃ ثلاث ومن یخرق اعق واظلم

کم تقع علیہا فکتب فی جوابہ ان قال ثلاث مرفوعًا تقع واحدۃ وان قال ثلاثاً منصوبًا یقع ثلاث ۔

تو کتنی طلاق ہوں گی ۔ امام محمد نے جواب میں لکھا اگر ثلاث کے لفظ پر رفع ہو تو ایک نصب ہو تو تین ہوں گی ۔

آپ نے امام سرخسی کی بات سن لی کہ امام کسائی رحمہ اللہ نے امام محمد سے نحوی مسئلہ پوچھا جو بداہۃً غلط ہے ۔ کسائی خود نحو کا امام ہے ۔ اس فن میں مرجع خلائق ہے اسے کیا ضرورت پڑی ہے کہ بقول سرخسی امام محمد سے نحوی مسئلہ پوچھے ۔ امام سرخسی نے اس موقعہ پر یا تو کذب بیانی سے کام لیا ہے اور یا پھر اصل واقعہ ان کے ذہن سے محفوظ ہی نہ تھا بلکہ جوائنٹ شنٹ یاد تھا وہی بیان کر دیا ۔ اصل واقعہ یوں ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید نے یہ اشعار امام محمدؒ کو نہیں بلکہ قاضی ابو یوسف کو لکھ کر بھیجے اور قاضی ابو یوسف یہ اشعار لے کر کسائی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جواب چاہا ۔ امام کسائی نے جو بات بتائی وہ قاضی ابو یوسف نے خلیفہ ہارون الرشید کو لکھ بھیجی ۔ خلیفہ نے آپ کو انعام بھیجا ۔ چنانچہ ابنِ ہشام انصاری اس واقعہ کو یوں بیان فرماتے ہیں ۔

کتب الرشید لیلۃ الی القاضی ابی یوسف یسألہ عن قول القائل

ایک رات ہارون الرشید نے قاضی ابو یوسف سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو یوں کہے اور

فان ترفقی یا ھند فالرفق المین وان تخرقی یا ھند فالخرق اشأم

فانت طلاق والطلاق عزیمۃ ثلاث ومن یخرق اعق واظلم

فقال ما ذا یلزمہ اذا رفع الثلاث واذا نصبہا؟ قال ابو یوسف فقلت ھذہ مسئلۃ نحویۃ ولا آمن الخطأ ان قلت فیہا برای فاتیت الکسائی وھو فی فراشہ فسألتہ فقال

ثلاث کے لفظ کو رفع سے پڑھے تو کتنی اور اگر نصب سے پڑھے تو کتنی طلاقیں ہوں گی ۔ قاضی ابو یوسف نے کہا یہ ایک نحوی مسئلہ ہے اور اس میں مجھ سے غلطی ہو سکتی ہے اگر خود کوئی جواب

أن رفع ثلاثًا طلقت واحدة لأنه قال انت طالق ثم أخبر ان الطلاق التام ثلاث وان نصبها طلقت ثلاثة لان معناه انت طالق ثلاثًا وما بينهما جملة معترضة فكتبت بذالك الى الرشيد فارسل الى بجوائز فوجهت بها الى الكسائي ۔

مغنی اللبیب ج ۱ ص ۵۴

اس واقعہ کی تفصیل الخزانۃ ج ۲ ص ۶۵ - ۶۹ میں بھی موجود ہے ۔

دوں تو ۔ چنانچہ قاضی ابویوسف کسائی کے پاس آئے جبکہ وہ بستر پر دراز تھا اور یہ نحوی مسئلہ پوچھا کسائی نے کہا اگر ثلاث کو رفع دے تو ایک نصب دے تو تین طلاقیں ہوں گی کیونکہ رفع دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ تمہیں طلاق اور اس کے بعد اس نے محض خبر دی ہے کہ طلاقیں تین ہوتی ہیں اور نصب دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ تمہیں تین طلاقیں اور درمیانی الفاظ جمع معترضہ ہوں گے ۔ قاضی ابویوسف نے یہ جواب خلیفہ رشید کو بھیج دیا ۔ جس نے خوش ہوکر بہت سے انعامات بھیجے جو انہوں نے کسائی کو بھیج دیئے ۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے اصل واقع کا حلیہ کس طرح بگاڑا ہے امام ابویوسف کی بجائے امام محمد کا نام لکھ دیا ، شعر بھی نامکمل اور غلط لکھا ۔ فانت طالق کے بعد الطلاق کا لفظ حذف کر دیا اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ سارا واقعہ ہی غلط بیان کیا ۔ کجا یہ کہ خلیفہ ہارون الرشید کے استفسار پر قاضی ابویوسف رحمہ اللہ نے علم نحو میں اپنی کم مائیگی کا اقرار کیا اور بھاگم بھاگ بنفسِ نفیس امام کسائی کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ جواب کا حل کیا اور وہ جواب خلیفہ کو بھیج کر اپنے علم وفضل کی لاج رکھ لی اور کجا وہ کہانی جو امام سرخسی رحمہ اللہ بیان کر رہے ہیں ۔ شتان ما بینهما ۔

اس سے معلوم ہوا کہ مبسوط میں بہت سے غلط سلط اور بے بنیاد واقعات مذکور ہیں ۔ اور اس چابکدستی کی بنیاد محض فقہی تعصب ہے ۔ لہٰذا امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف یہ منسوب فتویٰ بھی مبسوط کی اغلاط میں سے ایک غلطی ہے ۔

ثانیاً ۔ امام بخاری کی طرف اس منسوب فتویٰ کے مرکزی کردار ابوحفص کبیر ہیں ۔ جیسا کہ مبسوط سرخی کی عبارت سے واضح ہے ۔ ابوحفص کی تاریخ پیدائش بقول ابن ہمام صاحب فتح القدیر ۱۵۰ھ ہے اور تاریخ وفات ۲۱۶ھ ہے جیسا کہ سیر اعلام النبلاء میں اس کی صراحت موجود ہے امام بخاری رحمہ اللہ کی تاریخ پیدائش ۱۹۴ھ اور تاریخ وفات ۲۵۶ھ ہے ۔ امام بخاریؒ نے طلب علم کے لیے پہلا سفر اپنی والدہ ماجدہ اور بھائی کے ہمراہ ۲۱۰ھ میں کیا ہے مقدمہ فتح الباری میں ہے حج کے لیے

ثم رجعت مع امی و اخی الی الحج قلت فکان اوّل رحلتہ علی ھذا سنتہ عشر و ماتین ۔

۲۱۰ میں تو امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلا سفر کیا ہے اور جب واپس بخارا میں آئے تو ابوحفصؒ وفات پا چکے تھے۔ لہٰذا امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ کے عہد میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بخارا میں واپس آئے تو فتوی دیا صراحتاً غلط اور حقائق کے منافی ہے۔

ثالثاً۔ امام شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ کی تاریخ پیدائش آپ کی وفات ۴۸۳ھ میں ہوئی جبکہ ابوحفص کبیر کی وفات ۲۱۶ھ میں ہوئی اس طرح امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ اور ابوحفص رحمہ اللہ کے درمیان تقریباً ۲۶۷ سال کا عرصہ ہے۔ امام سرخسی رحمہ اللہ نے اپنے اور ابوحفصؒ کے درمیان کے راوی بیان نہیں کیے اگر علامہ سرخسی رحمہ اللہ یہ عنایت بھی فرد یتے تو بآسانی پتہ چل جاتا کہ یہ کس بزرگ کی ایجاد بندہ ہے اور ایک ایسی بات کو جس کے درمیان تقریباً اڑھائی صد سال سے زیادہ کا وقفہ ہو اور درمیانی کڑیاں بھی نامعلوم اور مفقود ہوں۔ کس طرح آنکھیں بند کر کے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

رابعاً۔ شمس الائمہ سرخسی کے سوا کسی مورخ نے بھی امام بخاری رحمہ اللہ کے بخارا ی شہر سے اخراج کی یہ وجہ بیان نہیں کی۔ امام بخاری رحمہ اللہ کو اس شہر سے نکالا ضرور گیا مگر اس کی وجہ یہ احمقانہ اور من گھڑت فتویٰ نہ تھا۔ بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ جب حاکم بخارا ی نے امام موصوف سے اس بات کا تقاضا کیا کہ وہ اس کے گھر آ کر اس کے بچوں کو پڑھائیں تو آپ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور یہ آپ کی عمر کے آخری ایام کا واقعہ ہے۔ آپ یہاں سے خرتنگ نامی بستی چلے گئے اور وہیں وفات پا گئے۔ حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں آپ کے بخارا ی واپس آنے پر عنوان ہی یہ باندھا ہے۔

ذکر رجوعہ الی بخارای وما وقع بینہ و بین امیرھا و ما اتصل بذالک من وفاتہ ۔

آپ کا بخارا واپس آنا اور حاکم بخارا ی سے جو واقعہ ہوا اور اس کے بعد آپ کا وفات پانا۔
اور اس کے بعد حافظ ابن حجر رحؒ نے مذکورہ بالا واقعہ ذکر کیا ہے۔

خامساً۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کو جب والی بخارا ی خالد بن احمد نے گھر آ کر صحیح بخاری اور کتاب التاریخ پڑھانے کا تقاضا کیا اور آپ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تو والی بخارا نے چند حواری جمع کر کے انہیں امام بخاری رحمہ اللہ کے خلاف اکسایا اور ان بزرگوں نے خوفِ خدا سے بے نیاز ہو کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو بدنام کرنے کے لیے من گھڑت

مسائل امام موصوف کی طرف منسوب کر دیئے۔ ان ہی خرافات میں سے ایک یہ فتویٰ بھی تھا حافظ ابن حجرؒ مقدمہ فتح الباری میں فرماتے ہیں۔

فاستعان خالد بحریث بن ابی الورقاء وغیرہ من اہل بخاری حتی تکلموا فی مذہبہ فنفاہ عن البلد

(دالی بخاری) خالد نے حریث بن الورقاء اور دیگر اہالیان بخاری کا تعاون حاصل کیا اور انہوں نے امام موصوف کے مذھب کے بارہ میں باتیں بنائیں۔ چنانچہ خالد نے آپ کو بخاری سے نکال دیا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے خط کشیدہ الفاظ قابل غور و فکر ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ امام موصوف کو بدنام کرنے کے لیے ان لوگوں نے یہ کارستانی کی اور ایسا فتویٰ بھی دراصل ان لوگوں کی اختراع ہی معلوم ہوتا ہے۔ امام سرخسیؒ کو ایسی بے بنیاد اور غلط بات امام بخاریؒ کی طرف منسوب کرنے سے قبل ہزار بار سوچنا چاہیے تھا۔ مگر انہوں نے بلا تحقیق یہ بات آپ کی طرف منسوب کر دی جو کہ دراصل مخالفین کی ذہنی کاوش کا نتیجہ تھی۔

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ کی طرف اس فتویٰ کا منسوب ہونا ایک سازش کا نتیجہ ہے اور موصوف اس سے بری الذمہ ہیں۔

غیر مؤبدہ رشتے بعض عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا دائمی طور پر حرام نہیں ہوتا۔ ایسی حرمت محض عارضی اور وقتی ہوتی ہے اور جوں ہی وہ رکاوٹ ختم ہو جائے تو پھر ان سے نکاح جائز ہو جاتا ہے۔ منکوحہ عورت سے نکاح حرام ہے۔ مگر جب اس کو طلاق مل جائے یا اس کا خاوند فوت ہو جائے تو عدت کے بعد اس سے نکاح جائز ہے۔ چار عورتوں کی موجودگی میں پانچویں عورت سے نکاح حرام ہے۔ مگر جوں ہی چاروں میں سے کوئی ایک وفات پا جائے یا طلاق یافتہ ہو جائے تو پھر اور عورت سے نکاح حلال ہے دو بہنوں کا ایک عقد میں جمع کرنا بھی اسی قبیل سے ہے ایک کے ساتھ رشتہ ازدواج منقطع ہونے کے بعد دوسری بہن سے شادی جائز ہے۔ اسی طرح خالہ، بھانجی اور پھوپھی بھتیجی یا چچی بھتیجی کو بھی ایک عقد میں جمع کرنا حرام ہے، تاہم ایک کے بعد دوسری حلال ہو جاتی ہے، لعان کے مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر لعان کے بعد مرد اپنے الزام سے رجوع کرے تو وہ عورت اس کے لیے حلال ہو سکتی ہے۔ جبکہ بعض دیگر ائمہ شافعیؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ لعان کے بعد ان دونوں میں ابدی حرمت ہو جاتی ہے۔